لغات و اعراب قرآن (۸۹)
پروفیسر حافظ احمد یارؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات ۱۰۶ -- ۱۰۷

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ : کتاب میں حوالہ کیلئے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ 'الاعراب 'الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کیلئے ۱ 'الاعراب کیلئے ۲ 'الرسم کیلئے ۳ 'اور الضبط کیلئے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لئے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لئے نمبر ا کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھٰکذا۔

۲ : ۶۴ : ۲ الاعراب

زیرِ مطالعہ دو آیات میں سے ہر ایک بلحاظ مضمون دو الگ الگ جملوں پر مشتمل ہے' اسی لئے دونوں آیتوں میں ہر جملے کے اختتام پر وقفِ مطلق کی علامت "ط" لگائی گئی ہے۔ پہلی آیت کا پہلا حصہ جملہ شرطیہ ہے' یعنی یہ شرط اور جزاء (جوابِ شرط) دونوں پر مشتمل ہے۔ ہر ایک جملے کے اعراب کی تفصیل یوں ہے۔

❶ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔

[ما] موصولہ شرطیہ (بمعنی "جو کچھ بھی کہ") ہے جس کی وجہ سے اگلا صیغہ فعل [ننسخ] مجزوم ہے' علامتِ جزم لامِ کلمہ (خ) کا سکون ہے۔ اور اس لحاظ سے "مَا" اس فعل کا مفعول

© rasailojaraid

مقدم ہے جو محلاً منصوب ہے، جس میں مبنی ہونے کی وجہ سے کوئی ظاہری علامت نصب نہیں ہے۔ [مِن] جار اور [آیۃٍ] مجرور ہے۔ اس مرکب جاری میں اگر "من" کو تبعیض کے لئے سمجھا جائے تو پھر "مِن آیۃٍ" اس "ما" کی صفت بنے گا یعنی "جو کچھ بھی کہ کسی آیت میں سے" یا "جو کچھ حصہ آیت بھی" اور چونکہ "ما" محلاً منصوب ہے لہٰذا یہ مرکب جاری بھی محلاً منصوب ہی ہوگا۔ اور اگر "مِنْ" زائدہ برائے تنصیص نکرہ سمجھیں تو پھر بلحاظ محل (موقع) اسم شرط (ما) کا حال یا اس کی تمیز بن سکتا ہے (حال اور تمیز دونوں منصوب ہوتے ہیں لہٰذا اس صورت میں بھی "من آیۃ" محلاً منصوب ہی بنے گا) حال ہو تو ترجمہ بنے گا "جو کچھ بھی کہ کوئی بھی آیت ہوتے ہوئے (منسوخ ہو)" اور تمیز کی صورت میں ترجمہ کچھ یوں ہوگا "جو کچھ بھی کہ کسی بھی آیت کی مقدار" [یہ ایسے ہے جیسے "عندی رطلٌ زیتاً = میرے پاس ایک رطل (ایک پیانہ) تیل ہے--- کی بجائے کہہ سکتے ہیں "عندی رطل مِن زیتٍ" مطلب ایک ہی ہے] - اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ حال یا تمیز والی بات اُلٹی طرف سے کان کو ہاتھ لگانے والا تکلف ہی ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ مرکب جاری (من آیۃ) کا تعلق "مَا" سے ہی ہے، یا بصورتِ تبعیض یا بصورت تنصیص (اور دونوں صورتوں میں ترجمہ کا اصل فرق حصہ "اللغۃ" میں بھی بیان ہو چکا ہے۔ [اَوْ] حرفِ عطف اور [نُنْسِہا] میں "ننس" مضارع صیغہ جمع متکلم ہے جو سابقہ مجزوم (بوجہ شرط) فعل "نَنْسَخ" پر معطوف ہو کر مجزوم ہے۔ علامت جزم حرفِ علت لام کلمہ (ی) کا سقوط ہے (اصل نُنْسِی تھا) اور "ھا" ضمیر منصوب اس فعل "نُنْسِ" کا مفعول بہ ہے۔ یہاں تک جملہ شرطیہ کا پہلا حصہ (بیانِ شرط) مکمل ہوتا ہے۔ آگے جوابِ شرط (جزاء) شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ [نَاْتِ] جو صیغہ مضارع جمع متکلم ہے اسی (جوابِ شرط ہونے کی) وجہ سے مجزوم ہے۔ علامت جزم یہاں بھی حرفِ علت لام کلمہ (جو یہاں بھی "ی" تھی) کا سقوط ہے (یہ دراصل "نَاْتِی" تھا)--- شرط اور جزاء کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، ان میں سے بڑی واضح اور عمدہ صورت (شرط کے) مضارع مجزوم کے جواب میں مضارع مجزوم (بغیر "فا" کے) کا لانا ہے۔ اسی جوابِ شرط ہونے کی وجہ سے "نَاْتِ" کے ترجمہ سے پہلے اُردو میں "تُو" لگتا ہے۔ [بخیرٍ] جار (بِ) اور مجرور (خَیْرٍ کا تعلق فعل "نَاْتِ" سے ہے۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ حرف الجر (بِ) تو فعل (نَاْتِ) کا صلہ ہے جس سے "اَتیٰ یَاْتِی بِ" میں "لے آنا" کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح لفظ "خَیْر" یہاں مفعول ہونے کے لحاظ سے محلاً منصوب ہے کیونکہ اگر اس صلہ (بِ) کے بغیر اس فعل کے یہی (لے آنا والے) معنی ہوتے تو

© rasailojaraid
© rasailojaraid

عبارت "تَاْتِ خَیْراً" ہوتی [منھا] من حرف الجر یہاں تفضیلیہ ہے جو افعل التفضیل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے (جو یہاں "خَیْر" ہے) اور "ھَا" ضمیر مجرور مفضل منہ (جس پر فضیلت دی جائے) کے لئے ہے اور اس کا مرجع لفظ "آیۃ" ہے جو پہلے گزر چکا ہے (یعنی اس آیت سے زیادہ اچھی / بہتر) [اَوْ] حرفِ عطف اور [مِثْلِھَا] مضاف (مثل) اور مضاف الیہ (ھا۔ ضمیر مجرور) مل کر "او" کے ذریعے لفظ "آیۃ" ہی پر عطف ہے جس کے لئے "ھا" (ضمیر پہلے بھی آ چکی ہے۔ اب آپ اس بیانِ اعراب کے بعد حصہ اللغۃ میں بیان کردہ تراجم کی لغوی وجہ کے علاوہ نحوی وجہ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ یہاں تک شرط اور جوابِ شرط مکمل ہو کر ایک مضمون ختم ہوا ہے، لہٰذا یہاں وقف مطلق ہونا چاہئے۔

❷ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

[اَ] ہمزۂ استفہام برائے تقریر (اقرار کا مفہوم) ہے اور [لَمْ تَعْلَمْ] میں ابتدائی "لَمْ" حرفِ جازم مضارع ہے جس سے مضارع کے معنی اُلٹ کر (قلب ہو کر) ماضی اور وہ بھی منفی کے ہو جاتے ہیں، اس لئے "لَمْ" کو حرفِ جزم و نفی و قلب بھی کہتے ہیں۔ "تَعْلَمْ" مضارع مجزوم "بِلَمْ" ہے، علامتِ جزم لام کلمہ (م) کا سکون ہے [اَنَّ] حرفِ مشبہ بالفعل ہے اور [اللّٰهَ] اس کا اسم منصوب ہے، علامت نصب آخری "ہ" کی فتحہ ہے۔ [عَلٰى كل شىءٍ] یہ مرکب جاری ہے جس میں "علٰى" حرف الجر کے بعد "كُلِّ" مجرور ہے اور آگے مضاف بھی ہے۔ علامت جر آخری "لِ" کی کسرہ ہے کیونکہ یہ خفیف (لام تعریف اور تنوین کے بغیر) بھی ہے اور "شَىْءٍ" اس (كُل) کا مضاف الیہ (لہٰذا) مجرور ہے، علامت جر تنوین الجر (ـٍـ) ہے اور یہ پورا مرکب جاری (علٰى كُلِّ شَىْءٍ) متعلق خبر (مقدم) ہے، یعنی اس کا تعلق اگلے لفظ [قديرٌ] سے ہے جو "ان" کی خبر مرفوع ہے۔ علامت رفع تنوین رفع (ـٌـ) ہے۔ گویا اصل عبارت یوں بنتی تھی کہ "اِنَّ اللّٰه قديرٌ علٰى كُلِّ شَىْءٍ" مگر فاصلہ (آیت کے آخری لفظ) کی رعایت سے متعلق خبر (علٰى كُلِّ شَىْءٍ) کو خبر (قديرٌ) پر مقدم کر دیا گیا ہے، جس سے قدرت کے کمال اور وسعت کی تاکید کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اسی تاکید کے مفہوم کو بعض نے "سب کچھ کر سکتا ہے" کے (ترجمے کے) ذریعے ظاہر کیا ہے۔

❸ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

[اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ] ابھی اوپر گزرا ہے۔ اگلی عبارت میں [لَهٗ] جار مجرور (لام الجر (لِ) +

© rasailojaraid.com

ضمیر واحد مذکر مجرور (ہٗ) مل کر خبر مقدم ہے جسے قائم مقام خبر بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ خبر ہی کا کام دے رہا ہے۔ اس کے بعد "مُلْکُ" اپنے بعد والی پوری ترکیب اضافی سمیت مبتدا مؤخر (لہٰذا) مرفوع ہے۔ علامتِ رفع "کُ" کا ضمہ ہے کیونکہ یہ لفظ آگے مضاف ہونے کے باعث خفیف بھی ہے۔ [السمٰوٰت] مضاف الیہ (لہٰذا) مجرور ہے' علامتِ جر آخری "اتِ" ہے جو جمع مؤنث سالم میں اعراب کی علامت ہوتی ہے (..... ات)۔ [و] عاطفہ ہے جس سے [الارض] "السمٰوٰت" پر معطوف ہو کر (خود بھی) مجرور بالاضافہ ہو گیا ہے' علامت جر "ضِ" کی کسرہ (ـِ) ہے کیونکہ الارض معرف باللام بھی ہے۔ یوں یہ پورا مرکب اضافی (مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) مبتداء مؤخر ہے جس کی خبر مقدم کا کام "لہ" (جار مجرور......) دے رہا ہے۔ اور یہ پورا جملہ اسمیہ (مبتدا مؤخر + خبر مقدم) "اَنَّ" کی خبر لہٰذا محلاً مرفوع ہے۔ گویا اصل جملہ ایک طرح سے "اَنَّ اللّٰہَ مَالِکُ / مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" بنتا تھا مگر "لہ" کو خبر مقدم بنا کر "اسی ہی کے لئے / اسی ہی کا ہے" کا زوردار مفہوم پیدا ہوگیا ہے۔ یہ زور اور تاکید عام سادہ جملہ اسمیہ کے ذریعے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

© rasailojarai

۴ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

[وَ] مستانفہ ہے جس کا ترجمہ تو "اور" ہی کیا جاتا ہے مگر اس میں "اور یہ بات بھی توجہ طلب ہے" کا مفہوم ہے' اسی لئے بعض نے اس "وَ" کے ترجمہ کی قوسین میں یوں وضاحت کی ہے "اور (یہ بھی سمجھ رکھو کہ)"۔ [مَا] نافیہ حجازیہ ہے [لکم] جار مجرور (ل + کم) خبر مقدم (یا قائم مقام خبر) ہے جس کا مبتدا مؤخر آگے آ رہا ہے۔ [مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ] میں من جار ہے جو ظروف سے پہلے اکثر لگتا ہے۔ "دون" ظرفِ مکان ہے جو آگے مضاف بھی ہے' اور "اللّٰہ" مضاف الیہ مجرور ہے۔ اگر شروع میں "مِن" نہ ہوتا تو ظرف منصوب ہو کر مضاف ہوتا یعنی بصورت "دونَ اللّٰہ" (اور یہ ترکیب بھی قرآنِ کریم میں بہت جگہ آئی ہے۔ یہ مرکب (من دون اللّٰہ) آگے آنے والے مبتداء مؤخر (ولی) سے متعلق ہے' یعنی اسی کا حال یا صفت کہہ سکتے ہیں۔ [مِن] زائدہ برائے تبعیض نکرہ ہے۔ [وَّلِيٍّ] مبتداً مؤخر لہٰذا محلاً مرفوع ہے مگر یہ مجرور "بمِن" ہے اور اسی "مِن" کی وجہ سے "من ولی" کا ترجمہ "کوئی بھی دوست / حمایتی" بنتا ہے۔ [و] عاطفہ ہے اور [لَا] تاکید نفی کے لئے ہے (صرف "نفی" (نہیں) تو ابتدائی "مَا" (الحجازیۃ) میں بھی موجود تھی) اسی تاکید کی وجہ سے یہاں "لا" کا ترجمہ "نہ ہی" سے ہو گا [نصیر] واو عاطفہ کے ذریعے مبتدا مؤخر (ولی) پر معطوف ہے۔ گویا دوسرا مبتداء مؤخر ہے۔

© rasailojarai

یہ بھی محلاً مرفوع ہے، اگرچہ مجرور بِمِن (وَلِیٍّ) پر عطف کی وجہ سے لفظاً مجرور ہی ہے۔ گویا اصل منفی (بِمَا) جملہ بنتا تھا "مَالَکُم وَلِیٌّ وَنَصِیرٌ" (نہیں ہے تمہارا کوئی دوست اور مددگار) [اور یہ بالکل ایسا ہے جیسے کہیں "مَالَهٗ ابنٌ وَبِنتٌ - اس کی کوئی بیٹا، بیٹی نہیں ہے]۔ پھر "وَلِیّ" کے شروع میں "من" زائدہ برائے تنصیص لگنے سے "مِن وَلِیٍّ" کے معنی "کوئی بھی دوست" ہے اور واو عاطفہ کے بعد تاکید نفی کے لئے "لا" لگا کر "ولا" کے معنی ہوئے "اور نہ ہی"۔ پھر اس دوست / مددگار کی صفت یا حال کے طور پر اور تاکید کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے "مِن دُونِ اللّٰهِ" کو مبتدا مؤخر سے بھی مقدم کر دیا گیا ہے، ورنہ سادہ جملہ "مَالَکُم وَلِیٌّ وَنَصِیرٌ مِن دُونِ اللّٰهِ" بھی ہو سکتا تھا مگر اس میں وہ تاکید اور نفی کے عموم (وسیع تر مفہوم) والی بات نہ ہوتی۔

۲ : ۶۴ : ۳ الرسم

© rasailojaraid.

اِس قطعہ آیات کے تمام کلمات کا رسم املائی اور رسم عثمانی یکساں ہے ماسوائے صرف ایک کلمہ "السمٰوٰت" کے جس کا رسم املائی تو "سَمَاوَات" ہے مگر رسم عثمانی میں بالاتفاق یہاں اس کی کتابت میں دونوں الف ("م" کے بعد والا اور "و" کے بعد والا) حذف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر پڑھنے کے لئے ان کو بذریعہ ضبط ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسی لفظ کے رسم پر سب سے پہلے البقرہ :۲۹ [۲:۲۰:۳] میں بات ہوئی تھی، چاہیں تو اسے بھی دوبارہ دیکھ لیجئے۔

۲ : ۶۴ : ۴ الضّبط

اس (زیر مطالعہ) قطعہ کے ساتھ ہم اپنی اختلافاتِ ضبط کے بارے میں "تحریری" نمونے پیش کرنے کی پالیسی میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں۔ اس تبدیلی کی وضاحت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "رسم" و "ضبط" کے باہمی تعلق / ان کی اہمیت اور ضبط میں اختلاف کے بنیادی اسلوب کے بارے میں بعض تعارفی اُمور مختصراً بیان کر دیئے جائیں (ان میں سے بعض چیزوں کی طرف مقدمہ کتاب میں بھی اشارہ کر دیا گیا تھا)۔

ہم نے کتاب کے اصل موضوع "لغات و اعراب" کے ساتھ قرآنِ کریم کے "رسم" اور "ضبط" کے قواعد کا بیان اہل شوق اور اصحاب ذوق کی ضیافت طبع کے لئے شامل کر رکھا ہے۔ "رسم" کا تعلق قرآنی عبارات کی درست کتابت، طریق ہجاء و املاء سے ہے، جب کہ "ضبط" کا تعلق قرآن کریم کی مکتوب عبارت کو (بذریعہ حرکات) درست پڑھنے سے ہے، اگرچہ قرآنِ کریم

© rasailojaraid.

کے متعدد کلمات کو مسلّمہ اور مستند (سات یا دس) قراء ات کے مطابق مختلف صورتوں میں بھی پڑھا جاتا ہے۔ تاہم بنیادی طور پر تمام قراء ات رسم کے تابع ہوتی ہیں یعنی کلمہ کی ہجاء اور املاء کا طریقہ ایک ہی ہوتا ہے مگر اس کو کسی خاص طریقے پر پڑھنے کے لئے حرکات مختلف طریقے سے لگائی جاتی ہیں۔

● اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ میں "مَالِكِ" کو "مَلِكِ" بھی پڑھنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ تاہم اس کا قرآنی (عثمانی) رسم "ملِكِ" (الف کے بغیر) ہے۔ اب "مَالِكِ" والی قراء ت (مثلاً عاصم' الکسائی اور خلف وغیرہ' جن میں سے حفص عن عاصم کی قراء ت ہی تمام ایشیائی ممالک میں رائج ہے) کے لئے اسے ضبط کے ساتھ بصورت "مٰلِكِ" لکھتے ہیں۔ مگر "مَلِكِ" والی قراء ت (مثلاً ورش اور قالون (عن نافع) اور الدوری (عن ابی عمرو) کی روایت کے مطابق اسے "مَلِكِ" ہی کے ضبط سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ تاہم بعض دفعہ ایک ہی قراء ت کے باوجود ضبط میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً (قراء ت حفص ہی کے مطابق) "مَالِكِ" پڑھنے کو "مٰلِكِ" کے علاوہ (جو بیشتر مشرقی ممالک کا ضبط ہے) اسی لفظ کو بصورت "مَٰلِكِ" بھی لکھتے ہیں (جو بیشتر عرب اور افریقی ممالک کا ضبط ہے---) البتہ بعض ایشیائی ملکوں (خصوصاً ایران اور ترکی) میں (جہاں حفص والی قراء ت ہی رائج ہے) لفظ کا اصل رسم الخط بگاڑ کر اس کا طریق ہجاء ہی اپنی ضرورت (قراء ت) کے مطابق بدل کر "مَالِكِ" ہی کر دیا گیا ہے۔ جو رسم عثمانی کی خلاف ورزی اور لہٰذا اصولی طور پر ایک غلط بات ہے--- بلکہ ان ملکوں میں رسم عثمانی کی اور بھی بہت سی خلاف ورزیوں کا رواج ہو گیا ہے۔

● اس طرح قرآنی یا عثمانی "رسم" کو تو ایک بنیادی حیثیت اور تقدس حاصل ہے مگر "ضبط" میں ہر ملک کے اپنے عام تعلیمی قواعد اور علمی مزاج کے مطابق ہمیشہ اصلاح اور تبدیلی ہوتی رہی ہے بلکہ یہ عمل اب بھی جاری ہے۔ بیشتر عرب اور افریقی ممالک میں ضبط کے قواعد عربی صرف و نحو کو مدنظر رکھ کر بنائے گئے ہیں مگر برصغیر اور دیگر ایشیائی ملکوں میں یہ قاعدے گرامر سے زیادہ صوتی قواعد کو سامنے رکھ کر بنائے گئے ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ بعض ممالک کا طریق ضبط بلحاظ قواعد زیادہ دقیق اور جامع ہے۔ جب کہ بیشتر (عجمی) ممالک میں طریق ضبط کے قواعد اختصار اور اجمال پر مبنی ہوتے ہیں جن کی تفصیل استاد سے زبانی معلوم ہوتی ہے۔

● بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ "ضبط" خواہ کتنا ہی دقیق اور جامع ہو پھر بھی قرآنی کلمات کی درست قراء ت کے لئے استاد کی زبانی تعلیم کے بغیر چارہ نہیں۔ بلکہ قراء ت کے بعض طریقے تو محض علاماتِ ضبط کے ذریعے سکھائے ہی نہیں جا سکتے (مثلاً روم' اشمام' امالہ' اختلاس

© rasailojaraid

وغیرہ) ہر ایک ملک میں رائج ضبط کے بنیادی قواعد (اجمالاً یا تفصیلاً) کسی "قرآنی قاعدہ" کے ذریعے اور استاد کی عملی تعلیم سے سکھائے اور پڑھائے جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کسی ایک طریق ضبط کے مطابق پڑھا ہوا۔۔۔۔۔۔ خصوصاً ناظرہ خوان۔۔۔ کسی دوسرے ملک کے طریق ضبط کے مطابق لکھے گئے نسخہ قرآن (مصحف) سے درست تلاوت ہرگز نہیں کر سکتا۔

● ضبط کے ان مختلف طریقوں میں فرق کی بعض نمایاں وجوہ (یا مظاہر) کی بنیاد حسب ذیل امور ہیں۔

۱. حرکاتِ ثلاثہ (زبر، زیر، پیش) کی شکل میں فرق اور ان حرکات کی صورت کے مطابق (علامت) تنوین کی مختلف صورتوں اور ان کے مواقع استعمال میں اختلاف، مثلاً اخفاء و اظہار کے لئے الگ الگ یا یکساں صورت تنوین۔

۲. علامت سکون کی شکل میں فرق ("ٛ" یا "ہ") اور اس کے مواقع استعمال یا عدم استعمال کا اختلاف۔

۳. علامت تشدید (ّ ّ) اور اس کے مواقع استعمال میں فرق، خصوصاً ادغام تام اور ناقص کی صورت میں اسے استعمال کرنا یا نہ کرنا۔

۴. مُظہرۃ اور مُخفاۃ ("ن" اور "م") کا فرق ظاہر کرنا یا نہ کرنا اور مکتوب یا ملفوظ نون ساکنہ کے "م" میں اقلاب کو ظاہر کرنا یا نہ کرنا۔

۵. همزة القطع کے لئے علامات کا فرق (ء، s، E وغیرہ) اور ان کے مواقع استعمال میں اختلاف۔

۶. ہمزة الوصل کو ظاہر کرنے کے مختلف طریقے، جن میں سے سب سے سادہ اور سہل (اگرچہ غیر علمی) طریقہ برصغیر اور بہت سے ایشیائی ممالک کا ہے۔ اور نسبتاً پیچیدہ اور ناقص طریقہ عرب ممالک کا ہے کیونکہ اس میں زیادہ بھروسہ قاری کی عربی دانی پر کیا گیا ہے۔ اور سب سے جامع اور علمی طریقہ افریقی ممالک کا ہے۔

۷. رسم میں محذوف (مگر قراءت میں ملفوظ) حروف کو ظاہر کرنے کے طریقے میں اختلاف (مثلاً "لَہٗ" کے بعد والی "و"، "بِہٖ" کے بعد والی "ی" اور "مٰلِكِ" کے میم کے بعد والا الف)

۸. رسم میں زائد موجود (مگر غیر ملفوظ) حروف کو ظاہر کرنے کا طریقہ (مثلاً "اُولٰئِكَ" میں "ی")

۹. "و" اور "ی" ممدودہ کو علامت سکون دینا یا نہ دینا۔

۱۰. خاص علامات ضبط (اشمام، رَوم، اختلاس، اِمالہ وغیرہ) استعمال کرنا یا نہ کرنا۔

۱۱. لام الف کے احکام کا فرق یعنی "لا" کا کون سا سرا الف ہے اور کونسا لام۔

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

⓬ بعض حروف کے طریق اعجام میں فرق۔ مثلاً افریقی ممالک میں "ف" اور "ق" کو "ڢ" اور "ٯ" کی صورت میں لکھنا--- اور افریقی ممالک ہی میں آخر پر آنے والے حروف "ینفق" (ی ن ف ق) کو نقطے سے خالی رکھنا۔ اگرچہ اب بعض افریقی ملکوں میں ان دونوں چیزوں (ف ق کے اعجام اور آخر والے حروفِ "ینفق" والا قاعدہ) میں مشرقی ملکوں والا طریقہ اختیار کیا جانے لگا ہے۔

● اور اسی (مذکورہ بالا) فرق اور اختلاف کے مطالعہ اور مشاہدہ کے لئے کتاب میں "ضبط" کی بحث بھی شامل کر دی گئی ہے۔ یہ فرق قواعد کے بیان کی صورت میں بھی واضح کیا جا سکتا ہے (جیسا کہ شروع میں کیا بھی گیا تھا) اور ایک ہی تلفظ اور قراءت کے باوجود مختلف ضبط کے تحریری نمونے سامنے لانے سے بھی وضاحت کی جا سکتی ہے (جیسا کہ ہم کرتے چلے آئے ہیں) اور چونکہ دنیا بھر میں رائج قرآنی ضبط کی تمام صورتوں کو بطورِ نمونہ سامنے لانا ممکن نہ تھا اس لئے ہم نے صرف چار قسم کے (نمائندہ) نمونے پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ یعنی علی الترتیب ❶ برصغیر میں رائج ضبط (جس سے ہم بخوبی آشنا ہیں) ❷ ایران اور ترکی میں رائج ضبط (جو بہت سی باتوں میں مماثل ہوتا ہے) ❸ مصر اور ایشیائی عرب ممالک میں رائج طریق ضبط اور ❹ افریقی ممالک کا طریق ضبط (جو بہت سی باتوں میں عرب ممالک کے ضبط سے مشابہ ہوتا ہے)۔

● اس کے بعد ہم نے اب تک عموماً ہر قطعہ آیات کے ہر ایک کلمہ کے لئے اس "چہارگانہ" ضبط کا نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اب (اگرچہ خاصی دیر کے بعد) یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو لفظ یا مرکب پہلے گزر چکا ہے اس کا آئندہ صرف گزشتہ حوالہ دے دیا جائے گا۔ اور اب بطورِ نمونہ صرف ان الفاظ اور مرکبات کو لیا جائے گا جو پہلی دفعہ سامنے آئیں گے یا جن میں ضبط کا کوئی خاص قاعدہ سامنے آئے گا۔ خیال رہے کہ اکثر الفاظ (یا مرکبات) کے حروف کے ضبط کا ماقبل اور مابعد والے حرف کے تلفظ (اور لہٰذا ضبط) سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے ایک ایک (مفرد) لفظ کی بجائے بعض دفعہ مرکب (کم از کم دو) الفاظ کو لینا پڑے گا۔

● اب اس نئی پالیسی کے تحت زیر مطالعہ قطعہ آیات کے کلمات کے ضبط کی صورت یوں بنتی ہے----- پہلے ہم ترتیب وار ان کلمات کا (گزشتہ حوالے کے ساتھ) ذکر کرتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

"مَا" یہ لفظ اس سے پہلے ۴۵ دفعہ گزر چکا ہے۔ پہلی دفعہ البقرہ :۴ [۲:۳:۴] میں اس کے ضبط پر بات ہوئی تھی۔

[illegible] یہ لفظ مفرد و مرکب اور ضبط کی مختلف صورتوں (مظہرہ٬ مخفاۃ یا متحرک) کے ساتھ

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

پچاس سے زائد دفعہ گزر چکا ہے۔ یہاں یہ نون مظہرہ ہے۔ پہلی دفعہ نون مظہرہ کا ضبط البقرہ :۴۹ [۲: ۳۲: ۴] میں آیا تھا۔ (نون مخفاۃ کا ضبط پہلی دفعہ البقرہ :۴ [۲: ۳: ۴] میں گزرا ہے)

"اَوْ" پہلی دفعہ البقرہ :۱۹ [۲: ۱۴: ۴] میں گزرا ہے۔

"بِخَیر" لفظ "خَیر" پہلی دفعہ البقرہ :۵۴ [۲: ۳۴: ۴] میں دیکھئے۔

"مِنْھَا" یہ لفظ اس سے پہلے آٹھ دفعہ گزر چکا ہے۔ پہلی دفعہ البقرہ :۲۵ [۲: ۱۸: ۱۴] میں آیا تھا۔ البتہ ما قبل کی تنوین کے ساتھ زیرِ مطالعہ میں پہلی دفعہ آیا ہے جس کی وجہ سے "م" پر تشدید آئی ہے یعنی "مِّنْھَا" کی صورت میں--- "اَوْ" کا حوالہ ابھی گزرا ہے۔

"اَلَمْ تَعْلَمْ" میں سے "اَلَمْ" کا ضبط پہلی دفعہ البقرہ :۳۳ [۲: ۲۳: ۴] کے "اَلَمْ اَقُلْ" میں گزرا ہے۔ "تَعْلَمْ" کے ضبط میں کسی کا اختلاف نہیں' سوائے اس کے کہ بعض علامتِ سکون "ہ" استعمال کرتے ہیں۔

"اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" یہ پورا جملہ البقرہ :۲۰ میں گزر چکا ہے' اور اس کے کلمات کے ضبط کے لئے دیکھئے [۲: ۱۵: ۴] صرف اس فرق کے ساتھ کہ یہاں "اَنَّ" ہے اور وہاں "اِنَّ" تھا۔

"مُلْکُ" پہلے البقرہ :۱۰۲ میں گزر چکا ہے [۲: ۶۲: ۴]۔

"السَّمٰوٰت والارض" کے تمام کلمات کے ضبط پر البقرہ :۳۳ [۲: ۲۳: ۴] میں بات ہوئی تھی۔

"وَمَا لَکُمْ" میں سے "وَ" سب سے پہلے الفاتحہ :۵ میں آیا تھا۔ "ما" پر ابھی اوپر بات ہوئی ہے۔ "لَکُمْ" اس سے پہلے "م" کے سکون اور مابعد والے میم کی تشدید کے ساتھ [۲:۲۰:۴] میں گزرا ہے۔ ویسے "لَکُمْ" مختلف صورتوں میں دس دفعہ گزر چکا ہے۔

"مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ" پوری ترکیب کا ضبط البقرہ :۲۳ [۲: ۱۷: ۴] میں گزر چکا ہے۔

- باقی نئے کلمات اور تراکیب کے ضبط کے نمونے درج ذیل ہیں :

نَنْسَخْ' نَنْسَخْ' ننسخْ/ اٰیَۃٍ' ءَایَۃٍ' ۴یَۃٍ/ نُنْسِھَا' نُنْسِھَا' نُنْسِھَا' نُنْسِھَا' نَنْسِھَا/ نَاْتِ' نَاْتِ' نَأْتِ' نَاْتِ/ مِثْلِھَا' مِثْلِھَا' مِثْلِھَا/ لَہٗ' لَہٗ' لَہٗ' لَہٗ/ مِنْ وَّلِیٍّ' مِن وَلِیٍّ' مِنْ وَّلِیٍّ' مِنْ وَّلِیٍّ/ وَّلَا' وَلَا' وَلَا' وَلَا/ نَصِیْرٍ' نَصِیرٍ' نَصِیرٍ' نَصِیرٍ۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com